سوال

(353) مدفون کے سرہانے سورۃ بقرۃ کی ابتدائی آیات پڑھنا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہاں میری ایک آدمی کے ساتھ بلکہ مولانا صاحب کے ساتھ اس بات پر گفتگو شروع ہوگئی ہے کہ کیا مردہ کو دفن کرنے کے بعد اس کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں پھر پاؤں کے پاس اس کی آخری آیتیں پڑھنی جائز ہیں کہ نہیں ؟ اس کی دلیل یہ ہے کہ مشکوٰۃ اول باب دفن المیت ۔ فصل ثالث میں یہ حدیث آتی ہے کہ عبداللہ بن عمر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جب تم سے کوئی آدمی فوت ہوجائے تو اس کو نہ روکو اور اس کو قبر کی طرف جلدی لے جاؤ اور اس کے سر کے پاس سورہ بقرہ کی ابتداء کی آیات اور پاؤں کے پاس آخری آیات پڑھی جائیں ۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں اور کہا درست بات ہے کہ یہ عبداللہ بن عمر پر موقوف ہے ۔

تو اس کے بارہ میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں کیا جائز ہے یا کہ نہیں یا کوئی ایسی حدیث آتی ہے جس میں آپ ﷺ نے میت پر قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہو براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب دے کر مشکور فرمائیں ۔ ساتھ ساتھ یہ بھی رہنمائی فرمائیں کہ اگر یہ پڑھنا جائز نہیں تو اس سے کس طرح بات کی جائے ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

(1) قبر پر قرآن مجید پڑھنا کتاب وسنت سے ثابت نہیں جو روایات اس سلسلہ میں پش کی جاتی ہیں ان سے کوئی ایک بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی آپ نے مشکوٰۃ شریف سے جو روایت نقل فرمائی ہے اس کے متعلق محدث وقت شیخ البانی حفظہ اللہ لکھتے ہیں :

«وَرَوَاهُ الطَّبَرَانِيُ فِي الْكَبِيْرِ (٢/٣/٢٠٨) وَالْخَلاَّلُ فِي كِتَابِ الْقِرَائَةِ عِنْدَ الْقُبُوْرِ (ق ٢/٢٥) بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ جِدًّا فِيهِ يَحْيٰى بْنُ عَبْدِا بْنِ الضَّحَّاكِ الْبَابَلْتِيّ وَهُوَ ضَعِيفٌ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ نَهِيْكٍ ضَعَّفَه اَبُوْ حَاتِمٍ وَغَيْرُه وَقَالَ الْاَزْدِيُ مَتْرُوْكٌ ۔ وَالْمَوْقُوْفُ لاَيَصِحُّ إِسْنَادُه فِيهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْعَلاَئِ بْنِ اللجْلاَج وَهُوَ مَجْهُوْلٌ»

’’روایت کیا اس کو طبرانی نے کبیر میں اور خلال نے کتاب القراءۃ القبور میں بہت زیادہ ضعیف سند کے ساتھ اس میں یحییٰ بن عبداللہ بن ضحاک ہے اور وہ ضعیف ہے ایوب بن نہیک سے ضعیف کہا اس کو ابو حاتم نے اور اس کے غیر نے اور کہا ازدی نے وہ متروک ہے اور موقوف کی سند صحیح نہیں اس میں عبدالرحمن بن علاء بن لجلاج ہے اور وہ مجہول ہے‘‘ حاشیہ (مشکوۃ للالبانی کتاب الجنائز ص538)

تو یہ روایت مرفوعاً بھی ضعیف ہے اور موقوفاً بھی ضعیف ہے لہٰذا اس سے کسی مسئلہ پر احتجاج واستدلال درست نہیں جبکہ موقوف اگر صحیح ہو تو بھی اس سے استدلال واحتجاج برائے امر دینی درست نہیں والتفصیل فی موضعہ ۔

(2) اس مسئلہ پر بات چیت کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کی جن حضرات سے گفتگو ہو رہی ہے وہ اس مسئلہ میں مدعی ہیں اور دعویٰ کا اثبات بذمہ مدعی ہوتا ہے اس لیے آپ ان سے دلائل کا مطالبہ کریں جو دلیل وہ پیش فرمائیں اگر صحیح ہو اور اس سے ان کا دعویٰ و مطلوب بھی ثابت ہو رہا ہو تو آپ اس کو قبول فرمائیں اور اپنا موقف چھوڑ دیں اور اگر ان کے پیش کردہ دلائل صحیح نہ ہوں یا ان سے ان کا دعویٰ و مطلوب ثابت نہ ہوتا ہو تو ان کی خیر خواہی کے پیش نظر احسن طریقہ سے اور نرم لہجہ میں ان کے دلائل کی کمزوری یا مطلوب پر دلالت نہ کرنے کو ان پر واضح فرما دیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے «اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ» (الحدیث) ''دین خیر خواہی کا نام ہے'' (مسلم ۔ کتاب الایمان ، باب بیان الدین النصیحة) نیز جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی (کئی چیزوں پر بیعت کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں) ''وَالنُّصْحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ'' ''اور ہر مسلمان کی خیر خواہی'' اس لیے آپ اپنی اور دوسروں کی خیر خواہی کا دامن ہر گز نہ چھوڑیں اور بات کرتے وقت مخاطب کے ادب واحترام کو ضرور بالضرور ملحوظ رکھیں ۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

احکام و مسائل

جنازے کے مسائل ج1ص260

محدث فتویٰ